اتباعِ شریعت

جس میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے اُن فرامین کو یکجا کیا گیا ہے جن میں اتباعِ شریعت کی ضرورت واہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے اور بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز کی تلقین کی گئی ہے۔

www.mujaddidway.com

= تالیف =

محمد حیدر مجددی

سُنّی لٹریری سوسائٹی

۴۹ - ریلوے روڈ، لاہور

باسمہٖ تعالیٰ

بفیضانِ نظر: مجددِ عصر حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم پیرارچی

بیادگار: صوفی بے مثل حضرت مرشدی صوفی گُندل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ دستک نمبر ۴۱

نام کتاب	....	اتباعِ شریعت
اہتمام واشاعت	....	حضرت علامہ محمد شہزاد مجددی دامت برکاتہم
مرتب	....	محمد حیدر مجددی
صفحات	....	۶۴
تاریخ اشاعت	....	ذی الحج ۱۴۲۵ھ/جنوری ۲۰۰۵ء
کمپوزِنگ	....	عبدالرحمٰن، اسلام آباد فون: ۲۸۷۵۳۷۱-۰۵۱
ناشر	....	سنی لٹریری سوسائٹی، ۴۹-ریلوے روڈ، لاہور
ہدیہ	....	دعائے خیر بحق معاونین

بیرونی حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے مفت طلب فرمائیں

www.mujaddidway.com

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۳
۲	شریعت کے تین بنیادی اجزاء	۲۰
۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام گزشتہ شریعتوں کی جامع ہے۔	۲۱
۴	انبیاء علیہم السلام کی پیدائش کا مقصد	۲۳
۵	طریقت و حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔	۲۳
۶	احوال و مواجید اور معارف کا کتاب و سنت کے موافق ہونا۔	۲۵
۷	احکامِ شریعت کی پابندی بھی ذکر میں داخل ہے۔	۲۹
۸	احکامِ شرعیہ کی ادائیگی ہزار چلّوں سے بہتر ہے۔	۳۰
۹	احکامِ شریعت کو رواج دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔	۳۴
۱۰	دائمی سعادتوں اور نعمتوں کا حصول	۳۶
۱۱	دو اعتقادی اور عملی پروں کا حصول	۳۸
۱۲	نجات کا طریق	۴۳
۱۳	علوم شرعیہ سراسر صحو ہیں۔	۴۳
۱۴	احکام شرعیہ کو ثابت کرنے میں معتبر کتاب و سنت ہے۔	۴۴
۱۵	اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے حصول کا ذریعہ	۴۵
۱۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع	۴۸

www.mujaddidway.com

۱۷	اصلاحِ ظاہر وباطن	۵۱
۱۸	سب سے اعلیٰ نصیحت	۵۳
۱۹	مباحات کا وسیع دائرہ	۵۳
۲۰	بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز	۵۵
۲۱	متابعتِ نبوی ﷺ کے درجات	۵۸
۲۲	طریق صوفیہ کا مدار	۶۲

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ آپ عالی مرتبت کامل مکمل صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مجتہد عالم دین، زوردار انشاء پرداز، قادرِ الکلام متکلم اور سرگرم عمل مصلح تھے۔ آپ نے ایک طرف امرائے سلطنت کو مسخر کر کے اکبری الحاد کا قلع قمع کیا تو دوسری طرف علماء سوء کی خبر لی۔ تصوف کو انتہا پسند وحدت الوجودی نظریات اور ویدانتی اثرات سے پاک کیا، گمراہ فرقوں کی نشاندہی کی، مسلم معاشرہ کو بدعات سے پاک کر کے کتاب وسنت کی سختی سے پیروی پر زور دیا اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکتساب روحانی کی لازمی شرط قرار دیا۔ یہ ایسے انقلابی اقدامات تھے کہ ان کی بناء پر آپ کو مجدد الف ثانی تسلیم کر لیا گیا۔

'الف ثانی' کا مطلب دوسرا ہزار ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وِصال کے بعد اب دوسرا ہزار سالہ دور شروع ہو چکا تھا۔ خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولو العزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا...... اس (اُمت) کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا۔ اسی لیے ہر صدی کے بعد اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولو العزم پیغمبر کے مبعوث ہونے کا وقت ہے"۔

(مکتوب ۲۳۴، دفتر اوّل)

"ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور

جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے، ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے، اس کے واسطے سے پہنچتا ہے''۔

(مکتوب ۴، دفتر دوم)

آپ کے آباء

آپ کا خاندان فاروقی النسب ہے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں آپ کے اسلاف میں چھٹی پشت کے امام رفیع الدین کے ہاتھوں شہر سرہند آباد ہوا۔ یہاں پہلے جنگل تھا جسے سہرند (شیروں کا جنگل) کہتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (جن سے سلطان کو عقیدت تھی) نے سلطان کو بتایا کہ یہاں ایک بڑا ولی اللہ پیدا ہوگا اور اسے یہاں شہر آباد کرنے کو کہا۔ چنانچہ فیروز شاہ نے اس کا حکم جاری کیا اور یہ کام امام رفیع الدین کے سپرد کیا۔ امام موصوف کو سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہر میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے مرید اور چشتی صابری سلسلہ میں مجاز خلیفہ تھے۔ انہیں قادری سلسلہ میں بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل تھی۔

ابتدائی زندگی

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد، لقب بدر الدین، اور عرف امام ربانی تھا۔ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ بمطابق ۲۶ جون ۱۵۶۴ء شب جمعہ کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ روضہ قیومیہ کے

مطابق آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔سور، ریچھ اور بندر لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔اسی اثناء میں ان کے سینے سے نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا جس پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ظالموں اور ملحدوں کو بکروں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے۔کوئی بلند آواز سے کہتا ہے:

﴿قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

"کہہ دو حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل اسی لیے ہے کہ مٹ جائے"۔

شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا پیدا ہوگا جس کے ذریعے ظلمت والحاد و بدعت کا خاتمہ ہوگا۔

ایام رضاعت میں ایک مرتبہ آپ ایسے سخت بیمار ہو گئے کہ بچنے کی امید نہ رہی۔اتفاقاً حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرف گذر ہوا۔حضرت کے والد آپ کو شاہ صاحب کے پاس دم کروانے لے گئے۔انہوں نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دے دی اور آپ اسے دیر تک چوستے رہے۔بعد میں انہوں نے تسلی دی کہ اس بچے کی عمر دراز ہوگی اور وہ عالم وعارف ہوگا۔اگرچہ یہ واقعہ ایام رضاعت کا تھا مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اب تک یاد ہے۔

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔تھوڑی ہی مدت میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔پھر اپنے والد بزرگوار سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔بعد ازاں تکمیل کے لیے گھر سے نکلے۔سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیری سے معقولات اور مولانا یعقوب کشمیری سے حدیث کی

www.mujaddidway.com

کتابیں پڑھیں۔قاضی بہلول بدخشانی سے تفسیر، بخاری، مشکوٰۃ، ترمذی، قصیدہ بردہ وغیرہ کی اجازت حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں تمام متداول علوم کی تکمیل کے بعد واپس سرہند شریف تشریف لائے اور درس وتدریس کا کام شروع کر دیا۔

قیام آگرہ

آگرہ اس زمانے میں دارالسلطنت تھا اور دربار سے منسلک بڑے بڑے اہل علم وہاں مقیم تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ اس دوران ابوالفضل اور فیضی سے بھی ہم مجلس ہونے اور علمی مباحث میں شرکت کا موقعہ ملا۔ ان دنوں فیضی اپنی بے نقط تفسیر 'سواطع الالہام' لکھ رہا تھا۔ عربی کے حروف تہجی میں پندرہ حروفِ منقوط ہیں اور صرف گیارہ غیر منقوط یعنی بے نقط۔ اس لیے صرف ایسے الفاظ کا انتخاب جن کے تمام حروف بے نقط ہوں، بڑا مشکل علمی کام تھا۔ فیضی کو جب بھی کسی عبارت میں دقت پیش آتی وہ آپ سے مدد لیتا تھا اور آپ اسے عبارت لکھ کر دے دیتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا ابوالفضل بھی قائل تھا اور آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ تاہم یہ رفاقت زیادہ دیر نہ چل سکی۔ ایک مجلس میں ابوالفضل نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں گستاخانہ الفاظ کہے تو آپ ناراض ہو کر مجلس سے اُٹھ آئے۔ جب کئی روز تک ابوالفضل کے ہاں نہ گئے تو آدمی بھیج کر آپ سے معذرت کی اور اپنے پاس بلا بھیجا۔

قیام آگرہ کے دوران آپ کو دربار اکبری کے علماء کے اندازِ فکر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور اس مرکز علم میں رہ کر اپنا علمی پایہ بلند کرنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ اس دوران آپ نے کئی علمی رسائل عربی اور فارسی زبان میں لکھے۔

شادی

آپ کے والد آپ کو وطن واپس لانے کے لیے آگرہ آئے اور آپ کو ساتھ لے کر سرہند شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں تھانیسر کے مقام پر وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوگیا۔ اس شادی کے نتیجہ میں جو مال آپ کے ہاتھ آیا اس سے آپ نے سرہند شریف میں نئی حویلی بنوائی اور اس کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی۔ انہی ایام میں ایک مرتبہ آپ نہایت علیل ہوگئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ حالت دیکھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کی صحت کے لیے نہایت گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی۔ اسی گریہ وزاری میں انہیں نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تسلی رکھو۔ ہمیں اس شخص سے بہت کام لینے ہیں۔ اور ابھی تو ان ہزاروں میں سے ایک کام بھی سرانجام نہیں پایا۔ چنانچہ آپ کو جلد صحت ہوگئی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

آگرہ سے واپسی پر آپ نے سلوک وتصوف کی دنیا میں قدم رکھا۔ طریقت کی تعلیم وتربیت بھی آپ نے اپنے والد سے شروع کی اور ان سے خرقہ خلافت چشتیہ صابریہ حاصل کر کے جانشین ہوئے۔ سلسلہ سہروردیہ اور قادریہ کی اجازت بھی اپنے والد سے حاصل کی اور طریقہ کبرویہ اپنے استاد شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ اس کے باوجود آپ کو پورا اطمینان نہ ہوا۔ کتاب وسنت کی پیروی کا خیال اس قدر غالب تھا کہ چشتی سلسلہ کی خلافت کے باوجود سماع کی طرف طبیعت مائل نہ ہوئی۔

اِن دنوں آپ کو حج بیت اللہ کا بے حد اشتیاق رہتا تھا لیکن والد بزرگوار کی کبرسنی کے

سبب یہ ارادہ معرض التواء میں رہا۔ آپ کے والد گرامی نے ۱۰۰۷ھ میں اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے سال آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور دہلی پہنچے۔ ان دنوں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لا چکے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست مولانا حسن کشمیری نے آپ کے سامنے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نہایت بشاشت سے ملے اور آپ سے ارادہ وقصد کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ارادۂ حج کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اُفتادِ طبع کے برعکس فرمایا کہ اگرچہ ارادہ نیک ہے لیکن چند روز اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرنے میں کیا حرج ہے۔ آپ نے حسب ارشاد ایک ہفتہ قیام کا فیصلہ کیا۔ ابھی دو روز ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے جذب کی وجہ سے آپ میں طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کا شوق غالب آ گیا اور آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت بغیر استخارہ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے مگر یہاں اپنی روش کے برعکس فی الفور آپ سے بیعت لی (۱۵۹۹ء) اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ اسی وقت اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ کا دِل ذاکر ہو گیا اور پھر حلاوت ولذت قلبی کے ایسے معاملات پیش آئے کہ نہ دیکھے نہ سنے۔ دو ماہ میں آپ کو تمام نسبت حاصل ہو گئی۔

ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلوت میں طلب کیا اور اپنے واقعات بیان فرمائے کہ جب مجھے حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ہندوستان جاؤ، وہاں تم سے طریقہ جاری ہوگا تو میں نے اپنے میں اس قابلیت کو نہ پا کر عذر کیا۔ حضرت نے مجھے استخارہ کا حکم دیا۔ استخارہ میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک درخت کی شاخ پر بیٹھی ہے۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ اگر یہ طوطی اُڑ کر میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جائے تو مجھے سفر ہندوستان میں سہولت ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی وہ طوطی میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا لعاب

www.mujaddiway.com

دہن اس کے منہ میں ڈالا اور طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب حضرت خواجہ املنگی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں تم سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا کہ جہان اس سے روشن ہوگا اور تم بھی اس سے بہرہ یاب ہوگے۔ حضرت کا یہ اشارہ تمہاری طرف تھا۔ جب میں سرہند شریف میں پہنچا تو خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تم قطب کے پڑوس میں آ کر ٹھہرے ہو اور اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا۔ صبح اٹھ کر میں اس جگہ کے درویشوں سے ملنے گیا مگر کسی کو اس حلیہ اور قابلیت کا مالک نہ پایا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہاں کے کسی فرد میں یہ استعداد ہوگی جو بعد میں ظاہر ہوگی۔ پھر جب تمہیں دیکھا تو وہی حلیہ پایا اور نشان قابلیت بھی موجود تھے۔ پھر ایک روز میں نے دیکھا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا اور اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی ہے اور لوگ اس چراغ سے بکثرت چراغ روشن کر رہے ہیں۔ جب سرہند شریف کے قرب وجوار میں پہنچا تو وہاں کے دشت وصحرا کو مشعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ یہ اشارہ بھی تمہاری طرف تھا۔

مسند ارشاد

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دولت کمال وتکمیل عطا فرما کر سرہند شریف رخصت کیا۔ یہاں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے طالبان کی تربیت کا کام شروع کیا اور آپ کی ذات سے اثر عظیم ظاہر ہونے لگا اور لوگ کشاں کشاں آپ کے پاس حاضر ہونے لگے۔ اس کے بعد دوبار اور مرشد کی زندگی میں دہلی تشریف لائے اور فیض حاصل کیا۔ اب آپ پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایات بہت بڑھ گئی تھیں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بہت کم لوگوں کو خود بیعت کرتے تھے بلکہ جو اس غرض سے آتا اسے آپ کے پاس بھیج دیتے۔ اپنے کم سن بیٹوں کو بھی آپ سے توجہ دلائی۔ بعض اوقات تو اس طرح آپ کا ادب کرتے اور حلقہ میں بیٹھتے کہ گویا آپ مرشد اور

وہ خود مرید ہیں۔

جب دوسری بار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ دہلی آئے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کابلی دروازہ تک پاپیادہ مع خدام آپ کا استقبال کیا اور اپنے اصحاب کو تاکید کی کہ شیخ احمد سرہندی کی موجودگی میں کوئی میری طرف متوجہ نہ ہوا کرے بلکہ سب ان کی طرف متوجہ رہا کریں۔
حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے اصحاب نے تامل کیا تو فرمایا:

> ’’شیخ احمد آفتاب کی مانند ہیں اور ہم جیسے ستارے اس میں گم ہیں‘‘۔

مجلس سے اٹھتے وقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرتے تھے۔
ایک خط میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ’’شیخ احمد نامی ایک شخص سرہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اس سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ ایک چراغ ہوگا جس سے جہاں روشن ہو جائیں گے۔ اس کے بھائی اور رشتہ دار سب نیک اور طبقہ علماء سے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں، اسرارِ الٰہی ہیں۔ حاصل کلام شجرہ طیبہ ہیں‘‘۔

(زبدۃ المقامات)

مرشد کی طرف سے اس قدر افزائی کے باوجود آپ مرشد کا بے حد ادب واحترام کرتے تھے۔ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے

www.mujaddidway.com

مجھے میاں احمد کے بلانے کو بھیجا۔ جیسے ہی میں نے جا کر کہا کہ آپ کو حضرت طلب فرماتے ہیں تو خوف سے ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔

آخری ملاقات میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ لاہور جائیں۔ چنانچہ سرہند شریف واپس آکر چند روز قیام کیا اور پھر لاہور روانہ ہو گئے۔ وہاں علماء وفضلاء کی کثیر تعداد طریقہ میں داخل ہوئی اور ایک سرگرم حلقہ عالم وجود میں آیا۔ قیام لاہور کے دوران ایک عالم نے آپ سے وحدت الوجود کے متعلق سوال پوچھا۔ آپ نے اس کے کان میں کچھ بات کی جسے سن کر اس کا رنگ اڑ گیا اور آنسو بہہ نکلے۔ وہ آپ کے زانوؤں کو ہاتھ لگا کر رخصت ہوا۔ لاہور میں ہی آپ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سنی چنانچہ تیزی سے دہلی پہنچے اور مزار مبارک پر حاضری دی۔

اَب آپ نے اپنے مرشد کی خانقاہ میں رہ کر حلقہ ومجلس کا اہتمام کیا مگر حضرت خواجہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ درویشوں نے حسد کی بنا پر آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ جب تلخی زیادہ بڑھی تو آپ نے یہاں قیام مناسب نہ سمجھا اور واپس سرہند شریف لے گئے۔ بعد میں ان درویشوں نے معافی چاہی تو آپ نے انہیں معاف فرما دیا۔

اس کے بعد آپ زیادہ تر سرہند شریف میں مقیم رہے۔ البتہ جمادی الثانی میں جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کا مہینہ تھا، آپ ہر سال دہلی جاتے اور مزار مبارک پر حاضری دیتے۔ اس دوران دو تین بار آگرہ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ دربار جہانگیری میں

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مصلحانہ مساعی زوروں پر تھیں اور ان کے اثرات جنوبی ایشیاء

www.mujaddidway.com

سے باہر افغانستان اور ترکستان میں بھی پھیل چکے تھے۔ ۱۶۱۹ء میں آپ نے اپنے خلیفہ شیخ بدیع الزمان کو مغل بادشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷) کے لشکر میں رشد وہدایت کے لیے بھیجا۔ وہ بڑے پر جوش انسان تھے۔ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی تو ہوئی لیکن ساتھ ہی ردعمل کے طور پر مخالفت کا آغاز ہوا۔ اصل بات یہ تھی کہ اگر چہ جہانگیر کو برسر اقتدار لانے والا امراء کا وہ گروہ تھا جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر تھا لیکن اب جہانگیر اپنی ملکہ نور جہاں اور اس کے بھائی وزیر اعظم آصف خان کے زیر اثر آچکا تھا۔ ایرانی امراء کا یہ طبقہ متعصب شیعہ مسلک رکھتا تھا اور حضرت مجدد کا اس لیے مخالف تھا کہ وہ کتاب وسنت کی پیروی اور بدعات کی مخالفت کے پر زور ترجمان تھے۔ آپ نے رسالہ ردّ رفض لکھ کر شیعہ کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا تھا اور اس رسالہ نے بڑی شہرت پائی تھی۔ اپنے مکتوبات میں بھی آپ نے شیعہ کے معاملہ میں سخت رویہ اختیار کیا تھا۔

ان لوگوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۱۱ دفتر اول کے مندرجات کو بہانہ بنایا اور بادشاہ کو کہا کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اَفضل سمجھتا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ خط میں نے اپنے مرشد کو لکھا ہے۔ مرید کا فرض ہے کہ اپنے مکاشفات میں جو کچھ دیکھے وہ اپنے مرشد کو من وعن لکھے تاکہ مرشد اس کی اِصلاح اور رہنمائی کریں۔ جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کا تعلق ہے، میرا تو عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے، وہ اہل سنت وجماعت کے دائرہ سے خارج ہے چہ جائیکہ میں اپنے بارے میں اس کا تصور بھی کروں۔ مگر جہانگیر کے وزیر اعظم آصف خان نے مشورہ دیا کہ شیخ احمد کے بارے میں احتیاط ضروری ہے۔ اس نے بادشاہ کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ حضرت کا اثر ورسوخ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ سلطنت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ ایران میں صفوی حکومت کی بنیاد

www.mujaddidway.com

بھی اسی طرح شیخ کے مریدوں نے رکھی تھی۔ اس لیے حضرت کو نظر بند کر دینا چاہئے۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہ تھا کیونکہ بڑے بڑے امراء آپ کے معتقد تھے چنانچہ ان امراء کو دور دراز علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ خانخاناں کو دکن، صدر جہاں کو بنگال، خان جہاں کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور مہابت خان کو کابل میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا گیا۔

بادشاہ نے جب متنازعہ مکتوب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ جب تم اپنے ایک ادنیٰ خادم کو اپنے پاس بلاؤ اور ازراہِ مہربانی اس سے راز کی بات کہو تو ضروری ہے کہ وہ ادنیٰ خادمِ امرائے عالی درجہ کے مقامات سے گزر کر تمہارے پاس پہنچے گا اور پھر اپنے مقام پر واپس جا کھڑا ہوگا۔ اس آمد ورفت سے یہ نہیں ہوتا کہ اس ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرائے نامدار سے زیادہ ہو گیا۔ اس جواب سے بادشاہ مطمئن ہو گیا لیکن مخالف گروہ نے کہا کہ شیخ کا تکبر تو دیکھیں کہ آپ کو سجدہ نہیں کیا۔ اس پر بادشاہ غصہ میں آ گیا اور آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

دربار میں حاضری سے پہلے شہزادہ شاہجہاں (جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا) نے افضل خان کے ذریعے آپ کے پاس فقہائے وقت کا فتویٰ ارسال کیا جس کی رو سے بادشاہ کے لیے سجدہ تعظیمی جائز قرار دیا گیا تھا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ بادشاہ کو سجدہ کریں تاکہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ مگر آپ نے خدا تعالی کے سوا کسی دوسرے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ علامہ اقبال کے قصیدہ کے یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتے ہیں:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیء احرار
وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

قلعہ گوالیار کی قید

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ دو سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہے۔ ان دنوں بھی آپ تبلیغ وارشاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور رَوحانی ترقی کر کے درجہ ولایت تک پہنچے۔ ایام قید میں آپ نے کبھی بادشاہ کے لیے بددعا نہ کی۔ اپنے معتقد امراء کو بادشاہ کا مطیع رہنے کی تاکید کی۔ نظر بندی کے مکتوبات میں آپ نے اس بات پر اظہارِ اطمینان کیا کہ اس قید کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ملی۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد خطوط میں فرمایا کہ اس قید سے مجھے بے حد روحانی ترقی ملی جو قید کے بغیر ممکن نہ تھی۔ جب تک اپنے آپ کو بندۂ خوار، ذلیل و بے اعتبار اور بے طاقت و کامل محتاج محسوس نہ کیا، حق تعالیٰ کے استغناء کی رفیع الشان بارگاہ کا مشاہدہ نہ کیا۔ فرمایا کہ محبوب کی جفا اس کی مہربانی سے زیادہ دلآویز ہوتی ہے۔ میر محمد نعمان کے نام ایک خط میں لکھا کہ دوستوں سے کہیں کہ سینہ کی تنگی دور کریں اور جو جماعت درپئے آزار ہے اس سے دشمنی نہ رکھیں۔

رِہائی اور لشکر شاہی سے وابستگی

آخر جہانگیر اپنے کیئے پر نادِم ہوا اور اس نے رہا کر کے آپ سے ملاقات کی خواہش کی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات کے لیے شرائط پیش کیں (روضہ قیومیہ):

① سجدہ تعظیمی موقوف کیا جائے۔
② جو مساجد منہدم کی گئی ہیں، دوبارہ تعمیر کی جائیں۔
③ گائے کے ذبیحہ کے امتناعی احکام منسوخ کیے جائیں۔
④ احکام شرع نافذ کرنے کے لیے قاضی، مفتی اور محتسب مقرر کیے جائیں۔

⑤ جزیہ پھر جاری کیا جائے۔

⑥ بدعات کو روکا جائے اور احکام شرع کو نافذ کیا جائے۔

⑦ اس تنازعہ میں محبوس تمام لوگ رِہا کیے جائیں۔

بادشاہ نے یہ شرائط منظور کرنے کا وعدہ کیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ سے ملے۔ اس نے آپ کو خلعت اور نذرانہ پیش کیا۔ آپ کو یہ اجازت دی گئی کہ چاہیں تو واپس وطن چلے جائیں اور چاہیں تو لشکر شاہی سے وابستہ رہیں۔ آپ نے اپنے مشن کی خاطر کچھ عرصہ لشکر شاہی میں رہنا پسند فرمایا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تقریباً تین چار سال لشکر شاہی کے ساتھ رہے اور ملک کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ اس دوران آپ کا اصل مقصد یعنی امرائے سلطنت اور بادشاہ کو ترویج شریعت پر مائل کرنے میں بڑی کامیابی ہوئی۔ بادشاہ کی مجالس میں رشد وہدایت کا موقع ملا۔ مکتوب ۴۳ دفتر سوم میں فرماتے ہیں کہ آج رمضان کی سترہ تاریخ کو بادشاہ سے گفتگو کا موقعہ ملا۔ اس میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت، آخرت پر ایمان، ختم نبوت، عذاب وثواب، ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین کی اقتداء وغیرہ پر بات ہوئی اور بادشاہ بڑے انہماک سے سنتا رہا۔ ان مجالس کا بادشاہ پر بڑا اَثر ہوا اور تزکِ جہانگیری میں اس کی اپنی تحریریں اس کی گواہ ہیں جن میں دینی حمیت اُبھر کر سامنے آتی ہے۔

وفات

اِس عرصہ میں آپ کبھی کبھی اِجازت لے کر سرہند بھی تشریف لے جاتے اور پھر واپس آجاتے۔ اب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور ضعف جسمانی کے آثار ظاہر ہورہے تھے۔

www.mujaddidway.com

چنانچہ آپ بادشاہ سے اجازت لے کر مستقل طور پر سرہند شریف تشریف لائے اور خلوت اختیار کی۔ ارشاد کی ذِمہ داریاں اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیں۔

اِن دنوں آپ اکثر موت کا ذکر فرماتے تھے۔ شب برات کو زوجہ محترمہ نے کہا کہ معلوم نہیں کہ کس کا نام دفتر ہستی سے محو ہوا۔ اس پر فرمایا: تم بطور شک کہتی ہو اور جو شخص دیکھتا ہے کہ میرا نام دفتر ہستی سے مٹ گیا ہے، اس کا کیا حال ہوگا۔ بارہویں محرم کو مجمع اصحاب میں فرمایا کہ مجھے آگاہ کیا گیا ہے کہ چالیس پچاس دِن کے درمیان اس جہان سے جانا ہوگا۔ ٢٢ صفر کو فرمایا کہ اس میعاد کے چالیس دِن گزر گئے، اب دیکھئے پانچ سات دِنوں میں کیا ہوگا۔

٢٨ صفر ١٠٣٤ھ بمطابق ١٠ دسمبر ١٦٢٤ء صبح کے وقت نمازِ اشراق پڑھنے کے بعد داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں انتقال فرمایا اور اسی روضہ میں جو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کی قبر پر بنوایا تھا، دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو بعد وفات خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسے گذری۔ فرمایا:

> اللہ تعالیٰ نے باکمال رحمت پوچھا کہ اگر تو کہے تو منکر نکیر تیرے پاس آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس بندہ مسکین کے پاس نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے باکمال فضل انہیں میرے پاس نہ بھیجا۔

حلیہ مبارک

حضرت دراز قد، نازک اندام، گندم گوں مائل بہ سفیدی اور کشادہ جبیں تھے۔ پیشانی

www.mujaddidway.com

اور رخسار مبارک سے ایسا نور چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھ کام نہیں کرتی تھی۔ آپ کی ابرو سیاہ، دراز، باریک اور کشادہ تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی، ان کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید تھی۔ سر مبارک بلند، لب سرخ، دہن مبارک نہ بڑا نہ چھوٹا، دانت متصل چمکتے ہوئے، داڑھی مبارک گھنی اور مربع تھی، رخسار مبارک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے پاؤں نہایت صاف رہتے تھے۔ بدن پر میل نہ بیٹھتا تھا۔ پسینہ میں خواہ گرمی ہو خواہ برسات کبھی بو نہ آتی تھی۔ غرضیکہ آپ کی شکل ایسی محبوبانہ تھی کہ جو دیکھتا، بے اختیار پکار اٹھتا سبحان اللہ یہ ولی ہیں۔

لباس میں بھی سنت کا خاص خیال ہوتا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر، مسواک دستار میں، شملہ دونوں کندھوں کے درمیان، قمیض کی گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر، پاجامہ ٹخنوں سے اوپر، عصا ہاتھ میں، مصلّٰی کندھے پر اور سجدے کا نشان ماتھے پر نمایاں۔

معمولات

سرما و گرما، سفر و حضر میں نصف شب کے بعد بیدار ہوتے۔ بیت الخلاء میں جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں نکالتے۔ قبلہ رو ہو کر وضو فرماتے اور وضو کرتے وقت کسی سے مدد نہ لیتے تھے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے اور اسے دائیں اور بائیں پھیرتے وقت طاق عدد کا خیال رکھتے۔ وضو میں اعضاء کو دھوتے وقت بھی طاق عدد (بالعموم تین) کا خیال رکھتے اور مسنونہ دعائیں پڑھتے۔ بعد وضو اعضاء کو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ تہجد میں پہلی دو رکعت خفیف اور باقی رکعتیں بہ طول قرأت ادا فرماتے۔ غالباً دو تین پارے قرآن پاک پڑھتے۔ نماز وتر کی آخری رکعت میں قنوت حنفی کو قنوتِ شافعی سے ضم کرتے۔ بعد ازاں صبح تک مراقبہ کرتے۔ نمازِ فجر اوّل وقت میں اَدا فرماتے اور امامت خود

فرماتے۔ نماز کے بعد اصحاب کے ساتھ حلقہ ذکر ہوتا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے۔

بعد اَزاں خلوت میں تشریف لے جاتے اور طالبان کو جدا جدا طلب فرما کر احوال پرسی کرتے۔ حضرت کی اصحاب کے ساتھ خاموشی کی صحبت ہوتی۔ جب سورج خوب اوپر آ جاتا تو نمازِ ضحیٰ خلوت میں ادا کرتے جو کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہوتی۔ اس کے بعد حرم سرا میں جا کر کھانا تناول فرماتے اور ساتھ ہی درویشوں میں طعام تقسیم فرماتے۔ لنگر کے کھانے میں عجیب لذت ہوتی۔ ایک بار لشکر شاہی سرہند کے پاس سے گذرا تو آپ نے بادشاہ جہانگیر کی دعوت کی۔ بادشاہ حیران ہوا کہ ایسا لذیذ کھانا کبھی نہ کھایا تھا۔ آپ کی غذا نہایت قلیل تھی اور کھانا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ تناول فرماتے اور پھر سنت کے مطابق قیلولہ کرتے۔ جونہی مؤذن ظہر کی اذان شروع کرتا، پہلے کلمہ پر ہی تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسجد میں جا کر چار رکعت سنتِ زوال ادا کرتے۔ اس کے بعد نمازِ ظہر کی سنتیں اور فرض پڑھتے۔ نمازِ ظہر کے بعد اصحاب کے ساتھ حلقہ ہوتا۔ ہر حلقہ میں قاری قرآن پاک پڑھتا۔ اس سے فارغ ہو کر دینی کتب کا درس دیتے۔ عصر میں چار رکعت سنت ادا فرما کر حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ کبھی احوال پرسی بھی فرماتے۔ بعد نمازِ مغرب چار یا چھ رکعت اوابین ادا فرماتے۔ عشاء کے لیے تشریف لاتے تو دو رکعت **تحیۃ المسجد** پڑھتے۔ عشاء کی دو رکعت سنت موکدہ کے بعد چار رکعت مستحب بھی ادا کرتے۔ وِتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ آخر عمر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے۔

سونے سے پہلے سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی، سورۃ البقرۃ کا آخری رکوع، چہار قل، وردِ فاطمہ رضی اللہ عنہا، **اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ...... الخ** اور دیگر اَدعیہ پڑھتے۔ اگر سفر میں نمازِ جمعہ نہ ملتی تو نمازِ ظہر اکیلے پڑھتے۔ آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف بیٹھتے۔ تراویح میں کم سے کم قرآن پاک کے تین ختم کرتے۔ سفر کے دوران منزل تک پہنچنے تک تلاوتِ قرآن جاری رکھتے اور

آیتِ سجدہ پر اسی وقت سواری سے اتر کر سجدہ کرتے۔ نمازِ کسوف وخسوف کے علاوہ کسی نفلی نماز کو باجماعت اَدا نہ کرتے بلکہ اسے مکروہ سمجھتے۔ تشہد میں انگلی سے اشارہ بھی نہ کرتے کہ حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے لیکن چونکہ بعض علماء اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اس لیے کبھی کبھی نوافل میں اشارہ کرتے تاکہ یہ عمل بالکل متروک نہ ہو۔ قبروں کی زیارت کو جاتے اور اموات سے استعانت جائز رکھتے۔ ذکر جہر اور سماع سے پرہیز کرتے۔ بالعموم سفر پیر یا جمعرات کو شروع کرتے اور سفر کے آغاز پر سورۃ الفاتحہ، آیۃ الکرسی اور چہار قل پڑھتے۔ سوار ہوتے وقت سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا...... الخ تلاوت فرماتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرتے۔ طاق عدد کا اس قدر خیال تھا کہ ایک بار خادِم سے کہا کہ فلاں برتن سے لونگ کے تھوڑے سے دانے لاؤ۔ وہ چھ دانے لایا تو فرمایا: ہمارے صوفی کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ وِتر ہے اور وِتر پسند کرتا ہے۔

کفر سے اس قدر نفرت تھی کہ ایک بار لشکرِ شاہی دریائے گنگا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب کو اس کا پانی استعمال کرنے سے منع کردیا کہ ہندوؤں کا معبد ہے اور ایک کنوئیں سے پانی منگوایا۔ اَدب کا اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ بیت الخلاء میں گئے۔ وہاں دیکھا کہ ناخن پر سیاہی کا نشان ہے جس سے قرآنی حروف لکھے گئے تھے۔ فوراً باہر آئے اور نشان دھو کر دوبارہ اندر گئے۔ ایک دفعہ پلنگ پر بیٹھ کر اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم سے فرمایا کہ بستر کے نیچے کاغذ ہے اسے نکال لو۔ ایک بار ایک حافظ فرش پر بیٹھا تلاوت کررہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنے نیچے سے خصوصی فرش ہٹادیا اور حافظ کے ہم فرش ہوگئے۔

www.mujaddidway.com

شریعت کے تین بنیادی اَجزاء

شریعت کے تین اجزاء ہیں:

① علم ② عمل ③ اخلاص

جب تک یہ تینوں اجزاء متحقق نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی۔ جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَر

''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے''۔

پس شریعت دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت پیش آئے۔ طریقت و حقیقت جن سے صوفیہ ممتاز ہیں۔ تیسرے جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے۔ نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔

اَحوال و مواجید اور علوم و معارِف جو صوفیہ کو اَثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ اصلی مقصود نہیں بلکہ وہم و خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے۔ جو مقام جذبہ و سلوک کا نہایت ہے کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منازل طے کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اخلاص حاصل ہو جائے جو مقام رضا کو مستلزم ہے۔ تین قسم کی تجلیوں اور عارفانہ مشاہدوں سے گزار کر ہزاروں میں سے کسی

ایک کو اخلاص اور مقامِ رضا کی دولت تک پہنچا تے ہیں۔ بے سمجھ لوگ اَحوال ومواجید کو اصلی مقصود جانتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم ہوجاتے ہیں۔

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ اِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ.

''مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری اور مشکل معلوم ہوتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرلیتا ہے اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے۔''

(مکتوب نمبر ۳۶، جلد اوّل)

❁❁❁

رسول اللہ ﷺ کی شریعت تمام گزشتہ شریعتوں کی جامع ہے۔

''ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام شریعتوں کی جامع ہے اور جو کتاب حضور اکرم ﷺ پر نازِل ہوئی اس میں تمام آسمانی کتابیں شامل ہیں پس اس شریعت کی تابعداری گویا تمام شریعتوں کی تابعداری ہے''۔

(مکتوب نمبر ۷۷، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اعتدال کے طور پر تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ہیں۔ وہ کتاب جو ان پر نازل ہوئی ہے ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں اور نیز وہ شریعت جو آنحضرت ﷺ کو عطاء ہوئی ہے۔ تمام گزشتہ شریعتوں کا خلاصہ اور اقتباس ہے اور اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں سب گزشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں۔ کیونکہ بعض فرشتوں کو رکوع کا حکم ہے اور بعض کو سجود کا اور بعض کو قیام کا۔ ایسے ہی گزشتہ امتوں میں سے بعض کو صبح کی نماز کا حکم تھا اور بعض کو دوسری نمازوں کا۔ اس شریعت میں گزشتہ امتوں کا اور مقرب فرشتوں کے اعمال کا خلاصہ انتخاب کر کے ان کے بجالانے کا حکم فرمایا۔ پس اس شریعت کو سچا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق کرنا اور ان کے موافق عمل بجالانا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں میں سے بہتر ہوں گے اور اسی طرح اس شریعت کو جھٹلانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا گزشتہ تمام شریعتوں کو جھٹلانے اور ان کے موافق عمل نہ کرنا ہے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کا انکار کرنا تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے پس ناچار آنحضرت ﷺ کے منکر اور اس شریعت کی تکذیب کرنے والے تمام امتوں میں سے بدتر ہوں گے''۔

(مکتوب نمبر ۹۷، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

انبیاء علیہم السلام کی پیدائش کا مقصد

''جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا، شریعت کے احکام بجالانے پر منحصر ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں نے شرائع کی طرف دعوت کی ہے اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر قائم رہے ہیں اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔ پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہ ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کو زندہ کرنے میں کوشش کی جائے۔''

(مکتوب نمبر ۴۸، جلد اوّل)

❁❁❁

طریقت و حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔

''پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے لیے شریعت کے خادم ہیں۔ اصل مقصود تو شریعت ہی ہے مگر ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر اہل دنیا نے خواب و خیال کے ساتھ آرام کیا ہوا ہے اور بناوٹ اور بے ہودہ باتوں پر کفایت کی ہے۔ وہ شریعت کے کمالات کو کیا سنتے ہیں اور طریقت و حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ کی بے ہودہ باتوں پر مغرور اور احوال پر فریفتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر سلام ہو۔''

(مکتوب نمبر ۴۰، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

''جو کچھ کہ شریعت کے مخالف ہے مردود ہے۔

کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة

''اور جس حقیقت کو شریعت نے ردّ کر دیا وہ زندقہ ہے''۔

شریعت کو اپنی جگہ پر قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے''۔

(مکتوب نمبر ۴۳، جلد اوّل)

''احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں۔ کیونکہ شریعت بالکل قطعی اور وحیٔ الٰہی سے ثابت ہے اور احوال ظنی ہیں جو کشف اور الہام سے ثابت ہیں''۔

(حضرت القدس، ملفوظ نمبر ۱۹)

''بڑا تعجب ہے کہ بعض ناقص اور خام درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضاء کے انکار اور مخالفت کی جرأت کرتے ہیں حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حضورِ اَنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پاتے تو ان کے لیے بھی سوائے اس روشن شریعت کی پیروی کے کوئی اور چارہ نہ ہوتا تو پھر ایسے کور باطن درویشوں کی کیا حیثیت؟''

(حضرات القدس، ملفوظ نمبر ۲۰)

www.mujaddidway.com

احوال ومواجیداور معارف کا کتاب وسنت کے موافق ہونا

''شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔فرق صرف اجمال وتفصیل اور کشف واستدلال اور غیبت وشہادت اور تعمل وعدم تعمل کا ہے۔وہ احکام وعلوم جو شریعت روشن کے موافق ظاہر اور معلوم ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت ظاہر ہونے کے بعد یہی احکام وعلوم بعینہٖ تفصیل کے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور غیب سے شہادت میں آجاتے ہیں ورکسب کا تکلف اور عمل کی بناوٹ درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور حق الیقین تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم ومعارف کا شرعی علوم ومعارف کے ساتھ مطابق ہونا ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہو تو حق الیقین تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے۔ خلافِ شریعت کا صادِر ہونا حقیقت کار تک نہ پہنچنے کی علامت ہے''۔

(مکتوب نمبر۸۴،جلد اوّل)

''اے فرزند! جو بات کل قیامت کے دِن کام آئے گی وہ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے اور احوال ومواجید اور علوم ومعارف اور اشارات ورموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور زہے قسمت۔ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں''۔

(مکتوب نمبر۱۸۴،جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

''تمام نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے اور نجات کا دارومدار اسی پر ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر منحصر ہے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَعَلَیْھِمِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَأَکْمَلُھَا۔

کارِ ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے اَحوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کے میزان پر نہ تولیں نیم چیتل سے نہیں خریدتے اور کشف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیں جو برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریقِ صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہی احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو جائے نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر کیونکہ رؤیت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا ہے اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالیٰ وراء الورا ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۰۷، جلد اوّل)

''جو کچھ طالب کے لیے ضروری ہے وہ اوامر کو بجا لانا اور نواہی سے رک جانا ہے۔

آیت کریمہ:

﴿مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ

فَانْتَهُوْا﴾

''جو کچھ رسول اللہ تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو اور جس سے انہوں نے تمہیں منع فرمایا اس سے رُک جاؤ''۔

شاہد ہے۔اور جب طالب اخلاص سے معمور ہے۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الخَالِصُ اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبتِ ذاتیہ کے سوا متصور نہیں۔اس لیے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے ضروری ہے تا کہ اخلاص کی حقیقت حاصل ہو اور چونکہ صوفیاء کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالتاً متفاوت ہیں اس لیے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شریعہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرّہم کا طریقہ ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازِم پکڑا ہے اور بدعت سے اِجتناب کیا ہے۔جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جائیں۔انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم جانتے ہیں۔احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جو زومویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے''۔

(مکتوب نمبر ۲۴۳،جلد اوّل)

''شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم و اصول شرعیہ کے مطابق درست کریں۔اگر العیاذ باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی

سمجھنی چاہئے استقامت والوں کا یہی طریق ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۴۰، جلد اوّل)

''سفر در وطن مشائخ نقشبندیہ قدّس سرّہم کا مقرر اصول ہے کہ اس طریق میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی سے میسر ہو جاتی ہے اور ابتداء میں نہایت کے درج ہونے کے طور پر حاصل ہو جاتی ہے اور اس گروہ میں سے جن کو مجذوب سالک بنانا چاہتے ہیں اس کو سیر بیروی میں ڈال دیتے ہیں اور سیر آفاقی کے تمام ہونے کے بعد سیر انفسی میں جس سے مراد سفر در وطن ہے آرام دیتے ہیں:

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

هَنِيئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

اس نعمت عظمیٰ تک پہنچنا سید اولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِتباع سے وابستہ ہے۔ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کریں اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے سے آراستہ نہ ہوں اس دولت کی بو دماغ تک نہیں پہنچتی۔ باوجود شریعت کی مخالفت کے اگرچہ بال بھر بھی ہو۔ اگر بالفرض احوال و مواجید حاصل ہو جائیں وہ سب استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اس کو رسوا اور خوار کریں گے۔ محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر خلاصی ممکن نہیں۔ چند روزہ زِندگانی کو اللہ تعالیٰ کی رَضا مندی میں صرف کرنا چاہئے''۔

(مکتوب نمبر ۷۸، جلد اوّل)

''اے میرے دوست! اگر دو چیزوں میں فتور نہیں آیا تو کچھ غم نہیں۔ ان میں سے ایک صاحبِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ دوسرا اپنے شیخ سے محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ہزار ہا ظلمات طاری ہو جائیں تو کچھ غم نہیں۔ آخر اس کو ضائع نہ چھوڑیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان دونوں میں سے ایک میں نقصان پیدا ہو جائے تو پھر خرابی ہی خرابی ہے۔ اگرچہ حضور و جمعیت سے رہیں کیونکہ یہ استدراج ہے جس کا انجام خراب ہے۔ بڑی عاجزی و زاری سے حق تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ ان دو امروں پر ثبات اور استقامت عطا فرمائے کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود اور نجات کے حصول کا ذریعہ ہیں''۔

(مکتوب نمبر ۳۰، جلد دوم)

احکام شریعت کی پابندی بھی ذکر میں داخل ہے۔

''اے فرزند! فرصت، صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور تمام اوقات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ جو عمل شریعت حقہ کے موافق کیا جائے ذکر ہی میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات و سکنات میں احکام شریعت کی رعایت کرنی چاہیئے تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے۔ جب تمام اَفعال میں اَوامر و نواہی کو مدنظر رکھا جائے تو اس صورت میں بھی غفلت دور ہو جاتی ہے اور دوامِ ذکرِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۶، جلد دوم)

www.mujaddidway.com

''جاننا چاہیئے کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار کا مترتب ہونا شریعت کے احکام بجالانے پر وابستہ ہے۔ پس فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے اور محرم ومشتبہ سے بچنے میں اچھی طرح احتیاط کرنی چاہیئے اور قلیل وکثیر میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے فتویٰ کے مطابق زِندگی بسر کرنی چاہیئے''۔

(مکتوب نمبر ۱۹۰، جلد اوّل)

''شرم آتی ہے کہ انفرادی نماز میں قوت واستطاعت کے باوجود رکوع وسجود میں کم تسبیحات پڑھی جائیں''۔

(حضرات القدس، ملفوظ ۱۶)

احکامِ شرعیہ کی ادائیگی ہزار چلوں سے بہتر ہے۔

''شرعی احکام نفسانی خواہشوں کے دفع کرنے کے لیے وارد ہوئے ہیں۔ جس قدر شریعت کے موافق عمل کیا جائے اس قدر نفسانی خواہشیں کم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احکام شرعی میں سے کسی ایک حکم کا بجالانا نفسانی خواہشوں کو دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کیئے جائیں کئی درجہ بہتر ہے بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت حقہ کے موافق نہ ہوں، نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں''۔

(مکتوب نمبر ۵۲، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

''زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ایک دام خرچ کرنا ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر ہے جو اپنی مرضی کے موافق خرچ کئے جائیں اور شریعت کے حکم کے مطابق عیدالفطر کے دِن کا کھانا خواہشاتِ نفسانی کے دور کرنے میں اپنی مرضی کے موافق کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور نمازِ صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ اس سے کئی درجہ بہتر ہے کہ تمام رات نمازِ نفل میں قیام کریں اور صبح کی نماز بغیر جماعت کے ادا کریں''۔

(مکتوب نمبر۵۲، جلد اوّل)

''اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امّارہ کے ساتھ احکام شریعت کے بجا لانے اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں کیونکہ پیغمبروں علیہم السلام کے بھیجنے اور کتابوں کے نازِل کرنے سے نفس امّارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولا جل شانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دور کرنا احکام شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ انسان جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا اسی قدر ہوائے نفسی سے دور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجا لانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اِس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ جوگی اور ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں''۔

(مکتوب نمبر۲۲۱، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

''صوفیہ ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ اور جماعت کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزار چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آدابِ شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر وفکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اسی طرح علماء بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب وابتر کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عاشوراء کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں اَدا کریں بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہے تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اُس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت وہوا ظاہر ہو گئی ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۶۰، جلد اوّل)

''جب تک انسان کا دِل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے تب تک محروم ومہجور ہے۔ دِل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوائے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے اور دِل کو زنگار سے دور کرنے والی بہتر چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ وروشن سنت کی تابعداری ہے۔ جس کا مدار نفسانی عادتوں کے رفع کرنے پر ہے یعنی جس سے تمام نفسانی عادتیں اور

رسمیں دور ہو جاتی ہیں۔ پس اس شخص کے لیے مبارکبادی ہے جس کو اس مبارک نعمت کا شرف حاصل ہوا اور افسوس ہے اس شخص پر جو اس اعلیٰ دولت سے محروم رہا"۔

(مکتوب نمبر ۴۲، جلد اوّل)

''لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں لیکن آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر کوئی ریاضت و مجاہدہ نہیں ہے۔ خصوصاً فرض، واجب اور سنت نمازیں اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے بہت دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾''۔

(حضرات القدس: ملفوظ نمبر ۱۷)

www.mujaddidway.com

''حق تعالیٰ بے سروسامان مفلسوں کو حضرت سید المرسلین ﷺ کی اِتباع کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر استقامت بخشے کیونکہ اس پسندیدہ متابعت کا ایک ذرّہ تمام دنیاوی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کئی درجہ بہتر ہے۔

بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو۔ کروڑ کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہوں، اولیٰ و افضل ہے اور ایسے ہی عید الفطر کے دِن کھانا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، خلافِ شریعت دائمی روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ شارِع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے موافق ایک پیسہ زکوٰۃ دینا، نفلی طور پر سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگ تر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دِن صبح کی نماز با جماعت ادا کر کے ساتھیوں

میں نگاہ کی۔ ان میں ایک آدمی موجود نہ پایا۔ اس کا سبب پوچھا۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ وہ شخص تمام رات جاگتا رہتا ہے شاید اس وقت سو گیا ہوگا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو یہ اس کے لیے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے بہت ریاضتیں اور مجاہدے کئے ہیں لیکن جب شریعت کے موافق نہیں ہیں سب بے اعتبار اور خوار ہیں اور اگر ان اعمال پر اجر ثابت ہو بھی جائے تو کسی دنیاوی نفع پر ہی منحصر ہے۔ ان کی مثال خاکروبوں کی طرح ہے کہ کام سب سے زیادہ اور مزدوری سب سے کم اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو قیمتی جواہر میں عمدہ عمدہ الماس جڑتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ ایک گھڑی کے کام کی مزدوری لاکھ سال کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں ثواب کی کیا امید ہے وہاں تو عذاب کی توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے۔ تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے''۔

(مکتوب نمبر ۱۱۴، جلد اوّل)

❁❁❁

اَحکامِ شریعت کو رواج دینے کی کوشش کرنی چاہیے

''حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شیخی کروں تو پوری دنیا میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے اور وہ شریعت کو رواج دینا اور

مذہب کی تائید کرنا ہے۔اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع کرتے تھے اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے"۔

(مکتوب نمبر ۶۵، جلد اوّل)

"آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری میراث عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے اور باطنی میراث عالم امر سے جہاں کہ سراسر ایمان و معرفت و رُشد و ہدایت ہے۔

میراثِ ظاہری کی بڑی نعمت کا شکریہ ہے کہ باطنی میراث سے آراستہ ہوں اور باطنی میراث سے آراستہ ہونا آنحضرت ﷺ کی کامل تابعداری کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ پس آپ پر واجب ہے کہ اوامر و نواہی میں آنحضرت ﷺ کی اتباع و اطاعت بجالائیں کیونکہ کمال متابعت آنحضرت ﷺ کی کمال محبت کی فرع ہے۔

إن المحب لمن هواه مطيع

"کہ عاشق تابع معشوق ہوتا ہے"۔

حضورِ اکرم ﷺ کی کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ محبت میں مداہنت و چاپلوسی روا نہیں ہے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی دوستی و صلح پسند نہیں کرتا۔ دو مختلف و متفرق محبتیں اکٹھی نہیں ہوتیں اور محبت و بیگانگت باہم جمع نہیں ہوتی۔

متاعِ دنیا سراسر غرور و فریب ہے اور آخرت کا ابدی معاملہ اسی پر مترتب ہے۔ چند

www.mujaddidiway.com

روزہ زندگانی کو اگر سید الاوّلین وآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں بسر کیا جائے تو نجاتِ ابدی کی امید ہے ورنہ کچھ نہیں ہے۔ خواہ کوئی ہواور عمل خیر ہی کیوں نہ بجالایا ہو۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

متابعت کی اس بڑی دولت کا حاصل ہونا پورے طور پر دنیا کے ترک کرنے پر موقوف نہیں ہے تا کہ مشکل نظر آئے بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ بھی بالفرض ادا ہو جائے تو مضرت کے نہ پہنچنے میں کلی ترک کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال مزکی ضرر سے نکل جاتا ہے۔

پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے اگر چہ ترکِ کلی افضل ہے لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اس کا کام کر جاتا ہے۔

پس لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت احکامِ شرعی کے بجالانے میں صرف کرنی چاہئے اور اہل شریعت علماء وصلحاء کی تعظیم وعزت بجالانی چاہئے اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے اور اہلِ بدعت کو خوار کرنا چاہئے جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی''۔

(مکتوب نمبر ۱۶۵، جلد اول)

❁❁❁

دائمی سعادتوں اور نعمتوں کا حصول

''مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے موافق اپنی چندروزہ زندگی کو صاحبِ

شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔ پس بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چار پاؤں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے اور اس کو مالوں اور چار پاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونے کا وسیلہ بنانا چاہئے اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مدنظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہئے کہ اطاعت کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔ نفیس کپڑوں کو خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ كُلِّ الصَّلٰوةِ کے موافق زینت کے نیت پر پہننا چاہئے''۔

(مکتوب نمبر ۷۰، جلد اوّل)

''ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات انبیاء علیہم السلام کی متابعت پر وابستہ ہے۔ اگر بالفرض ہزار ہا سال تک عبادت کی جائے اور کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاہدے بجالائے جائیں مگر جب تک ان بزرگواروں کی تابعداری کے نور سے منور نہ ہوں جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔ دوپہر کے سونے کے ساتھ جو کہ سراسر غفلت اور بیکاری ہے اور جوان بزرگواروں کے حکم سے واقع ہوا ہے برابر نہیں کرتے بلکہ ان کو صاف میدان کے سراب کی طرح جانتے ہیں۔ خداوند جل شانہ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی اور دینی امور میں بڑی آسانی اور سہولت کو مدنظر فرمایا ہے''۔

(مکتوب نمبر: ۱۹۱، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

’’شریعت تمام کمالات کی ماں ہے اور تمام مقامات کی اَصل ہے۔شریعت کے نتائج وثمرات صرف اس دنیاوی جہان پر موقوف نہیں ہیں بلکہ آخرت کے کمالات اور دائمی ناز ونعمت بھی شریعت کے نتائج وثمرات میں سے ہے۔گویا شریعت شجرِ طیبہ ہے جس کے پھلوں اور میووں سے لوگ اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی فائدہ اٹھارہے ہیں اور بہت سے فائدے اس سے حاصل کررہے ہیں‘‘۔

(مکتوب نمبر ۴۶،جلد دوم)

❁❁❁

www.mujaddidway.com

دو اعتقادی اور عملی پروں کا حصول

’’اَصل مقصد یہ ہے کہ اوّل فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے علماء کی رائے کے موافق عقائد کو درست کرنا چاہئے۔پھر احکامِ فقہیہ کے مطابق علم وعمل حاصل کرنا چاہئے۔ان دو اِعتقادی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کا اِرادہ کرنا چاہئے۔

کارِ ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ‘‘

(مکتوب نمبر ۹۱،جلد اوّل)

’’حق تعالیٰ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے راستے پر استقامت عطاء فرمائے۔جو کچھ ضروری ہے یہ ہے کہ اوّل فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کو

درست کریں اور پھر اَحکام فقہی از قسم فرض وسنت وواجب ومستحب وحلال وحرام، مکروہ ومشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجالائیں۔ جب یہ اعتقادی اور عملی دو پَر حاصل ہو گئے اور خداوند تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفیٰ''۔

(مکتوب نمبر ۹۴، جلد اوّل)

''اے سعادت مند! جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازِم ہے وہ یہ ہے کہ اوّل اپنے عقائد کو کتاب وسنت کے موافق درست کریں۔ جس طرح کہ علمائے حق نے کہ خدا اُن کی کوششوں کو مشکور فرمائے، ان عقائد کو کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور وہاں سے اَخذ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کے فہم کے موافق نہیں ہے تو وہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت ہی سے سمجھتا ہے اور وہیں سے اَخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور دوسرا اَحکام شرعی اَز قسم حلال وحرام اور فرض وواجب کا علم حاصل کرنا ہے اور تیسرا اس علم کے موافق عمل کرنا اور چوتھا تزکیہ وتصفیہ کا طریق جو صوفیاء اکرام قدس سرہم سے مخصوص ہے۔ جب تک عقائد کو درست نہ کریں۔ احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہوں تصفیہ وتزکیہ کا حصول ممکن نہیں ہوتا''۔

(مکتوب نمبر ۱۵۷، جلد اوّل)

''اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور عجیب کپڑوں کے لیے دنیا میں نہیں لائے اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی ذلت وانکساری اور عجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے کیونکہ باطل لوگوں کی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہے۔ سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتے اور ان سے سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے موافق عقائد درست کئے جائیں اور احکام شرعیہ سے اعتقادی اور عملی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ و پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذِکرِ الٰہی سے آباد رکھیں اور وہ سبق جو طریق عالیہ نقشبندیہ سے اَخذ کیا ہے اس کا تکرار کریں کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۰۶، جلد اوّل)

''اول اس اعتقاد کو درست کرنا ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات واَفعال سے تعلق رکھتا ہے اور پھر اعتقاد کرنا چاہئے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ضرورت و تواتر کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے۔ یعنی حشر و نشر، آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور سب باتیں حق ہیں۔ ان میں خلاف کا احتمال نہیں۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہوگا تو نجات بھی نہ ہوگی۔

دوسرے احکامِ فقہیہ یعنی فرض وواجب وسنت ومستحب وغیرہ کا بجالانا ضروری ہے۔ شرعی حل و حرمت کو اچھی طرح مدنظر رکھنا چاہئے اور حدودِ شرعی میں بڑی احتیاط کرنی چاہئے

تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات وفلاح حاصل ہو سکے۔ جب یہ اعتقاد وعمل درست ہو جائیں پھر طریق صوفیہ کی نوبت آتی ہے اور کمالات ولایت کے امیدوار ہو جاتے ہیں''۔

(مکتوب نمبر ۶۰، جلد دوم)

''عقائد کے درست ہونے کے بعد شرع کے اَوامر کا بجالا ا اور نواہی سے ہٹ جانا جو عمل سے تعلق رکھتا ہے نہایت ضروری ہے۔ پانچ وقتی نماز کو بلافتور تعدیل ارکان اور جماعت کے ساتھ اَدا کرنا چاہیے کیونکہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق نماز ہی کا ہے۔ جب نماز بطریق مسنون اَدا ہو جائے تو اسلام کی مضبوط رسی ہاتھ آ جاتی ہے کیونکہ نماز اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے۔ پہلا رکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ دوسرا رکن نماز۔ تیسرا رکن زکوٰۃ ادا کرنا چوتھا رکن ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ پانچواں رکن بیت اللہ کا حج ہے۔ پہلا رکن ایمان سے تعلق رکھتا ہے جبکہ باقی چار اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام عبادتوں کی جامع اور سب سے فاضل تر نماز ہے۔ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز کا محاسبہ درست ہو گیا تو باقی محاسبے اللہ کے فضل سے آسانی سے گزر جائیں گے۔ جہاں تک ہو سکے شرعی ممنوعات سے بچنا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کی نامرضیات کو زہرِ قاتل سمجھنا چاہیے اور اپنے قصوروں کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہیے اور ندامت وحسرت اٹھانی چاہیے۔ بندگی کا طریق یہی ہے۔''

(مکتوب نمبر ۶۷، جلد دوم)

''اے میرے عزیز اور باتمیز فرزند! دنیا کی بے ہودہ زیب وزینت کی طرف راغب

www.mujaddidway.com

نہ ہونا اوراس فانی سج دھج پر فریفتہ نہ ہونا بلکہ کوشش کرنا کہ تمام حرکات وسکنات میں شریعت روشن کے موافق عمل کیا جائے اور ملت نورانی کے مطابق زِندگی بسر کی جائے۔اوّل اپنے عقائد کواہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے اورحل وحرمت میں بڑی احتیاط کرنی چاہئے اورعبادت نافلہ کوعبادات فرائض کے مقابلے میں راستے میں پھینکے ہوئے کوڑے کیطرح بے اعتبار جاننا چاہئے۔اکثر اس زمانے کے لوگ نفلوں کورواج دیتے ہیں اور فرائض کوخراب کرتے ہیں۔نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اورفرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے ہیں۔

روپیہ سب کا سب وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق کودیتے ہیں لیکن ایک پیسہ زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کرتے۔یہ نہیں جانتے کہ ایک پیسہ زکوٰۃ کے طور پر مصرف شرعیہ میں دینا صدہا صدقۂ نافلہ سے بہتر ہے کیونکہ ادائے زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اور صدقۂ نافلہ میں اکثر ہوائے نفسانی کی تابعداری۔اس واسطے فرض میں ریا کی گنجائش نہیں اور نفل میں ریا کا دخل ہے۔یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ کوظاہر کرکے دینا بہتر ہے تاکہ تہمت دور ہو جائے اورصدقۂ نافلہ کوچھپا کر دینا بہتر ہے جوقبولیت کے مناسب ہے۔

غرض جب تک احکامِ شرعیہ کولازم نہ پکڑیں تب تک دنیا کی مضرت سے نہیں بچ سکتے۔اگر دنیا کا ترکِ حقیقی میسر نہ ہوتو ترکِ حکمی میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے اوروہ اَقوال واَفعال میں شریعت کولازم پکڑنا ہے۔

وَاللہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی''۔

(مکتوب نمبر ۸۲، جلد دوم)

نجات کا طریق

''نجات کا طریق اور خلاصی کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ پیر و استاد اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ شریعت کی طرف راہنمائی و ہدایت کریں اور ان کی برکت سے شریعت کے اعتقاد اور عمل میں آسانی اور سہولت حاصل ہو۔ نہ یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں کریں اور جو کچھ چاہیں کھائیں اور پیران کے لیے ڈھال بن جائے اور عذاب سے بچالے کہ یہ ایک نکمی اور بے ہودہ آرزو ہے۔ وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کر سکے گا اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے کوئی اس کی شفاعت نہ کرے گا۔ اگر بشریت کے بموجب کوئی لغزش اور قصور اس سے سرزد ہوگا تو اس کا تدارک شفاعت سے ہو سکے گا''۔

(مکتوب نمبر ۴۱، جلد سوئم)

❁❁❁

علومِ شرعیہ سراسر صحو ہیں۔

''علومِ شرعیہ جن کا مصدر مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہیں اور ان علوم کے مخالف جو کچھ ہے وہ سکر ہے اور سکر والا شخص معذور ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں نہ سکر کے۔ حق تعالیٰ ہم کو علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت قدم رکھے اور ان علوم کے مصدر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہو اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا''۔

(مکتوب نمبر ۹۵، جلد اوّل)

❁❁❁

احکامِ شرعیہ کو ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسنت ہے

''احکامِ شرعیہ کو ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اِجماعِ اُمت بھی حقیقت میں احکام شرعیہ کو ثابت کرنے والے ہیں۔ اِن چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو اَحکامِ شرعیہ کو ثابت کر سکے۔ الہام حل وحرمت کو ثابت نہیں کرتا اور باطن والوں کا کشف فرض وسنت کو ثابت نہیں کرتا۔ ولایت خاصہ والے لوگ اور عام مومنین مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں۔ ان کے کشف والہام ان کو زیادتی نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں نکالتے۔

حضرت ذوالنون اور حضرت بسطامی اور حضرت جنید وشبلی رحمۃ اللہ علیہم، زید، بکر، عمر اور خالد کے ساتھ جو عوام مومنوں میں سے ہے احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں کی تقلید کرنے میں مساوی اور برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی زیادتی اور اُمور میں ہے۔ کشف ومشاہدات کے صاحب اور تجلیات وظہورات کے مالک یہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ کے باعث ماسوائے اللہ سے تعلق دور کرلیا ہے اور غیر وغیریت کی دید ودانش سے آزاد ہو گئے ہیں......

پس معلوم ہوا کہ علوم ومعارِف احکام شرعیہ کے ماسوا ہیں۔ جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ اگرچہ یہ معارف الٰہی احکام کے ثمرات ونتائج ہیں۔ درخت لگانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کا پھل حاصل ہو۔ تو جب تک درخت قائم رہے تو پھل کی اُمید رہتی ہے۔ جب درخت کی جڑ میں خلل آجاتا ہے ثمرات بھی دور ہوجاتے ہیں۔ وہ بہت ہی بے عقل ہے

جو درخت کو کاٹ ڈالے اور پھل کی امید رکھے۔ درخت کی جس قدر اچھی تربیت کریں اسی قدر پھل زیادہ دیتا ہے۔ پھل اگرچہ مقصود ہے لیکن درخت کی فرع اور شاخ ہے۔

شریعت کو لازم پکڑنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے وہ صاحبِ معرفت ہے۔ جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ جو شخص شریعت میں سست ہے۔ معرفت میں بے نصیب ہے اور جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے اگرچہ ہیچ ہے استدراج کے قسم سے ہے۔ جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔

كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَنْدِقَةٌ وَإِلْحَادٌ

''جس حقیقت کو شریعت نے ردّ کر دیا وہ الحاد اور زندقہ ہے''۔

(مکتوب نمبر ۵۵، جلد دوم)

❁❁❁

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے حصول کا ذریعہ

''آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین و آخرین ﷺ کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام پر پہنچتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبۂ عبدیت

میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں۔ اور اولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کے زمانہ میں موجود ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے نازل ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور عام ہے۔ آپ کی امت، آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔ قیامت کے دِن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام امتوں سے پہلے آپ کے امتی بہشت میں جائیں گے اور ناز و نعمت حاصل کریں گے۔ پس آپ پر لازِم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازِم پکڑیں اور شریعت حقہ کے مطابق اعمال بجالائیں''۔

(مکتوب نمبر ۲۴۹، جلد اوّل)

''حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل بزرگوار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طفیل ظاہر و باطن کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو چیز کہ خوب اور مرغوب ہے وہ حق تعالیٰ کے مطلوب اور محبوب کے لیے ہے۔ اسی لیے حق تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾

مزید اِرشاد فرمایا:

﴿إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

مزید ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّهٗ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾

آنحضرت ﷺ کی ملت کو صراطِ مستقیم کہا اور اس کے ماسوا کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی تابعداری سے منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور خلق کو ہدایت کا نشان بتلاتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ﴾

اور نیز آپ نے فرمایا:

((أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبِي))

''مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میری تعلیم اور تادیب اچھی طرح کی''۔

یہ بات مقرر اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق اور خصلتیں پائی جائیں، محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے یہ اس رمز کا بیان ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

پس آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لے جانے والا ہے۔ پس ہر ایک دانا اور عقل مند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت ﷺ کی کمال تابعداری میں کوشش کرے''۔

(مکتوب نمبر ۴۱، جلد اوّل)

www.mujaddidway.com

’’آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبّ اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے‘‘۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

(مکتوب نمبر ۴۴، جلد اول)

❁❁❁

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع

’’حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾

’’جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی‘‘۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس وہ اطاعت جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سوا ہے وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور اس مطلب کی تاکید وتحقیق کے لیے یہ آیت کریمہ نازِل فرمائی تا کہ کوئی اَبو الہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔

اور دوسرے مقام پر حق تعالیٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتا ہے جو ان دونوں اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باریِ تعالیٰ ہے:

www.mujaddidway.com

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾

''چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض سے ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان رستہ نکالیں۔ حقیقت میں یہی لوگ کافر ہیں''۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس سرہم نے سکر اور غلبہ حال کے وقت ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے زمانہ میں خرقان کے نزدیک اُترا ہوا تھا۔ اس نے اپنے وکیلوں کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کی کہ اگر شیخ سے توقف معلوم ہو تو تم آیتِ کریمہ:

﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

پڑھ دینا۔ جب وکیلوں نے شیخ کی طرف سے توقف معلوم کیا تو انہوں نے آیتِ مذکورہ پڑھی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ میں اَطِیعُوا اللہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ أَطِیعُوا الرَّسُولَ سے شرمندہ ہوں تو پھر اُولِي الاَمْر کی اطاعت کا کیا ذکر ہے۔ حضرت شیخ نے حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے سوا سمجھا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مشائخ مستقیم الاحوال اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور شریعت و طریقت و حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں جانتے ہیں اور اس اطاعت کو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا ہے عین گمراہی خیال کرتے ہیں۔

www.mujaddiyah.com

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی اِطَاعَۃِ الرَّسُوْلِ الَّتِیْ ھِیَ عَیْنُ اِطَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی.

”حق تعالیٰ ہمیں رسول اللہ کی اطاعت پر جو عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے پر ثابت قدم رکھے“۔

(مکتوب نمبر ۱۵۲، جلد اوّل)

”کمالِ محبت کی علامت شریعت کی کمال اطاعت ہے۔ اور شریعت کی کمال اطاعت علم و عمل و اَخلاص پر مبنی ہے۔ وہ اَخلاص جو تمام اقوال و اعمال اور تمام حرکات و سکنات میں متصور ہو سکے“۔

(مکتوب نمبر ۴۲، جلد دوم)

”جو کچھ ہم کو عطاء فرمایا گیا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اگر اس کرم کے لیے کوئی ذریعہ بنا ہے تو وہ صرف حضور انور ﷺ کی پیروی ہے۔ جس پر ہمارے معاملے کا دار و مدار ہے۔ چنانچہ جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے وہ اسی پیروی اور غلامی کی بدولت ہے اور جو کچھ ہم کو نہیں دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم شریعت کی پیروی میں ہمارے اندر کوئی خامی رہ گئی ہوگی“۔

(حضرات القدس، ملفوظ نمبر ۱۰)

”میں (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) وِتر کی نماز کبھی رات کے پہلے حصہ میں اَدا کیا کرتا تھا اور کبھی پچھلے حصہ میں۔ ایک رات مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ تاخیر کی صورت میں اَدائے وِتر کی نیت سے جو نمازی سو جاتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اَدا کروں گا تو کراماً کاتبین رات بھر وِتر

اَدا کرنے تک اُس کی نیکیاں درج کرتے رہتے ہیں۔ پس وِتر کو جتنی دیر سے اَدا کریں اُتنا ہی اَچھا ہے۔ باوجود اس بات کے ظاہر ہونے کے مجھے وِتر کی تعجیل و تاخیر سے سوائے متابعتِ نبوی کے اور کچھ مقصود نہیں۔ میں کسی فضیلت کو متابعتِ نبوی کے برابر نہیں سمجھتا۔ جنابِ سرورِ کائنات ﷺ وِتر کی نماز کبھی رات کے پہلے حصہ میں ادا کرتے تھے اور کبھی آخری حصہ میں۔ میں اپنی سعادت اس بات میں جانتا ہوں کہ کسی کام میں آنحضرت ﷺ کی متابعت حاصل کروں۔ اگرچہ متابعت بحسب صورت ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں میں شب بیداری کی نیت کرتے ہیں اور دوسری باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ مجھے ان کی کوتاہ اَندیشی پر تعجب آتا ہے۔ ہم تو جَو بھر متابعت کے بدلے ہزار شب بیداری کو بھی نہ خریدیں۔ جب ہم ماہِ رمضان کے آخری دَس دِنوں میں معتکف ہوتے تو یاروں کو بلا کر کہتے کہ سوائے متابعت نبوی کے اور کچھ نیت نہ کرنا۔ کیونکہ ہماری قطع تعلقی کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ ہم ایک متابعت کو سو گرفتاری سے قبول کرتے ہیں لیکن غیر متابُعت سے ہزار قطع تعلقی کو بھی قبول نہیں کرتے۔

آں را کہ دوسرائے نگاریست فارغست
از باغ وبوستان وتماشائے لالہ زار

اللہ تعالیٰ جنابِ سرورِ کائنات ﷺ کی متابعت ہمارے نصیب فرمائے''۔

(رسالہ مبدأو معاد)

❁❁❁

اصلاحِ ظاہر و باطن

''حقیقی دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفیٰ ﷺ کے احکام سے آراستہ کیا

جائے اور باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے آزاد کیا جائے''۔

کار ایں است وغیر ایں ہمہ ہیچ

(مکتوب نمبر ۴۹، جلد اوّل)

''ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جل شانہٗ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔ دیکھئے کس نیک بخت کو ان دو بڑی نعمتوں سے مشرف فرماتے ہیں۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت کرنا بھی بہت مشکل ہے اور سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے سید اوّلین وآخرین ﷺ کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطاء فرمائے''۔ (آمین!)

(مکتوب نمبر ۸۳، جلد اول)

''غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تا کہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔ علماء صرف فتویٰ دیتے ہیں اور اہل اللہ کام کرتے ہیں۔ باطن میں کوشش کرنا ظاہر کی کوشش کو مستلزم ہے اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے وہ ملحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج ہیں۔ باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنا ہے۔ استقامت کا طریقہ یہی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے)''۔

(مکتوب نمبر ۸۷، جلد دوم)

www.mujaddidway.com

سب سے اعلیٰ نصیحت

''سب سے اعلیٰ نصیحت جو دوستان سعادتمند کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زِندہ کرلے تو اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے تو پھر معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی فرض یا واجب کو زِندہ کرے گا تو اس کو کس قدر ثواب ملے گا۔ نماز میں اَرکان کا تعدیل کرنا جو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ بعض علماء حنفیہ کے نزدیک سنت ہے۔ اکثر لوگوں نے اس امر کو ترک کر دیا ہوا ہے۔ اس ایک عمل کا زندہ اور جاری کرنا سو شہید فی سبیل اللہ کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ باقی احکام شرعیہ یعنی حلال و حرام و مکروہ کا بھی یہی حال ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ نیم دانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلاف شرع ظلم سے لیا ہو۔ دو سو دِرہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر کے نیک اعمال کی طرح ہو جائیں اور اس پر نیم دانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو تو اس شخص کو بہشت میں نہ لے جائیں گے جب تک اس نیم دانگ کو اَدا نہ کرے گا''۔

(مکتوب نمبر ۸۷، جلد دوم)

۞۞۞

مباحات کا وسیع دائرہ

''اے فرزند! آج فرصت کا وقت ہے اور جمعیت کے اسباب سب مہیا ہیں۔ توقف

اور تاخیر کی گنجائش نہیں۔ بہتر وقت تو جوانی کا وقت ہے بہتر عملوں میں جو مولیٰ کی اطاعت وعبادت ہے صرف کرنا چاہیے۔ اور محرمات اور مشتبہات سے بچ کر پنج وقتی نماز کو باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ نصاب کے ہونے پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروریاتِ اسلام میں سے ہے۔ اس کو بھی رغبت اور منت سے ادا کرنا چاہیے۔ حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے دِن رات میں پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر کیے ہیں اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چار پاؤں سے چالیسواں حصہ تحقیقاً اور تقریباً فقراء کے لیے مقرر کیا ہے اور مباحات خرچوں کا میدان فراخ کر دیا ہے تو پھر کس قدر نا انصافی ہے کہ دِن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی حق تعالیٰ کی بندگی میں صرف نہ ہوں اور چالیس حصوں میں سے ایک حصہ بھی فقراء کو ادا نہ کیا جائے اور مباحات کے وسیع دائرے سے نکل کر محرمات اور مشتبہات میں جا پڑیں"۔

(مکتوب نمبر ۹۶، جلد اوّل)

"حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے جو اپنی تنگ دِلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس وسیع دائرے کے باہر قدم رکھے اور حدودِ شرعیہ سے باہر نکل کر مشتبہ اور حرام میں جا پڑے۔ حدودِ شرعیہ کو لازِم پکڑنا چاہیے اور ان حدود سے سر مو تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ رسم و عادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں لیکن پرہیز گار جو حدودِ شرعیہ کی محافظت کریں بہت کم ہیں۔ وہ فرق کرنے والی شے جو حق کو باطل سے اور جھوٹے کو سچے سے جدا کرے یہی پرہیز گاری ہے"۔

(مکتوب نمبر ۸۱، جلد دوم)

بدعت نامرضیہ سے پرہیز

''سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں۔ سنت سنیہ کو بجالائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگر چہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا ہے اور نہ کسی بیمار کے لیے شفا ہے۔ کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر زائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں ہے۔ ہائے افسوس کہ انہوں نے دین کامل اور اسلام پسندیدہ میں جب کہ نعمت تمام ہو چکی۔ بدعت محدثہ کے حسن ہونے کا کس طرح حکم دے دیا۔ یہ نہیں جانتے کہ اکمال و اتمام و رضا کے حاصل ہونے کے بعد دین میں کوئی نیا کام پیدا کرنا حسن سے کوسوں دور ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ

''حق کے بعد گمراہی ہی ہے''۔

اگر یہ لوگ جانتے ہیں کہ دِین میں محدث امر کو حسن کہنا دین کے کامل نہ ہونے کو مستلزم ہے اور نعمت کے ناتمام ہونے پر دلالت کرتا ہے تو ہرگز اس قسم کے حکم پر دلیری نہ کرتے''۔

(مکتوب نمبر ۱۹، جلد دوم)

www.mujaddidway.com

"سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیہ کی تابعداری کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دِن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔

وَتَقُوْمُ القِيَامَةُ عَلَى اَشْرَارِ النَّاسِ

اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔

سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زِندہ کرے اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔ اب وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکے ہیں اور قیامت کی علامتوں نے پرتو ڈالا ہے۔ سنت عہد نبوت کے بُعد کے باعث پوشیدہ ہوگئی ہے اور بدعت جھوٹ کے ظاہر ہونے کے باعث جلوہ گر ہوگئی ہے۔ اب ایک ایسے بہادر جواں مرد کی ضرورت ہے جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الاِسْلَامِ

"جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی"۔

پورے ارادے اور کامل ہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہو جائے اور بدعتوں میں سے کوئی بدعت دور ہو جائے۔ خصوصاً اِن دنوں میں کہ اسلام ضعیف ہو رہا ہے۔ اسلام کی رسمیں جبھی قائم رہ سکتی جب کہ سنت کو جاری کیا جائے اور

بدعت کو دور کیا جائے۔گزشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا۔ جو بدعت کے بعض افراد کو مستحسن اور پسندیدہ سمجھا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلے میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا بلکہ سوائے ظلمت و کدورت کے اس میں کچھ نہیں جانتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

''ہر ایک بدعت گمراہی ہے''۔

اسلام کے اس ضعف اور غربت کے زمانہ میں کہ سلامتی سنت کے بجالانے میں موقوف ہے اور خرابی بدعت کے حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ہر بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہوں جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح جانتا ہوں جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے۔ حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسن کہنے کی جرأت نہ کریں اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتویٰ نہ دیں خواہ وہ بدعت ان کی نظر میں صبح کی سفیدی کی طرح روشن ہو کیونکہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر کو بڑا دخل ہے۔

گزشتہ زمانہ میں چونکہ اسلام قوی تھا اس لیے بدعت کی ظلمات کو اٹھا سکتا تھا اور ہوسکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات نور اسلام کی چمک میں نورانی معلوم ہوتے ہوں گے اور حسن کا حکم پالیتے ہوں گے۔ اگر چہ در حقیقت ان میں کسی قسم کا حسن اور نورانیت نہ تھی مگر اس وقت کہ اسلام ضعیف ہے بدعتوں کے ظلمات کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت متقدمین و متاخرین کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہئے کیونکہ ہر وقت کے احکام جدا ہیں۔ اس وقت تمام جہان بدعتوں کے بکثرت ظاہر ہونے کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آرہا ہے اور سنت کا نور بسبب غربت اور ندرت کے اس دریائے ظلمانی میں جگنو کی طرح محسوس ہو رہا ہے اور بدعت کا عمل

www.mujaddidway.com

اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔

اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعت کی ظلمت زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کا گروہ۔

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ

صوفیہ وقت بھی اگر انصاف کریں اور اسلام کے ضعف اور جھوٹ کی کثرت کا ملاحظہ کریں تو چاہئے کہ سنت کے ماسوا میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور اپنے شیوخ کا بہانہ کر کے امورِ مخترعہ پر عمل نہ کریں۔ اتباعِ سنت بے شک نجات دینے والی اور خیرات و برکات بخشنے والی ہے اور غیر سنت کی تقلید میں خطر در خطر ہے''۔

(مکتوب نمبر ۲۳، جلد دوم)

❁❁❁

متابعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے کئی درجہ اور مرتبہ رکھتی ہے۔

پہلا درجہ

پہلا درجہ عوام اہل اسلام کے لیے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینانِ نفس سے پہلے جو درجہء ولایت سے وابستہ ہے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے اور علماء

ظاہر اور عابد زاہد جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔ سب متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت کے حاصل ہونے میں برابر ہیں چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر والحاد ہی پر اڑا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ درجہ متابعت کی صورت پر مخصوص ہے۔ متابعت کی یہ صورت متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی نجات اور خلاصی کا موجب ہے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے نفس کے انکار کا اعتبار نہ کر کے تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق پر وابستہ کیا ہے۔

ے توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ در ساختۂ قطرہ بارانی را

دوسرا درجہ

متابعت کا دوسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال کی اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ مثلاً تہذیب اخلاق اور بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رفع کرنا وغیرہ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں۔ اتباع کا یہ درجہ ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ کو شیخ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

تیسرا درجہ

متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان احوال و اذواق و مواجید کی اتباع ہے جو مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور نفس طغیان

www.mujaddidway.com

وسرکشی سے ہٹ جاتا ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ اگر نماز ادا کرتا ہے تو متابعت کی حقیقت بجالاتا ہے اور اگر روزہ یا زکوٰۃ تو اس کا بھی یہی حال ہے۔غرض تمام احکام شریعت کے بجالانے میں متابعت کی حقیقت شامل ہوتی ہے۔

چوتھا درجہ

متابعت کا یہ درجہ جو نفس کے اطمینان اور صاحب شریعت کی متابعت کی حقیقت تک پہنچنے پر موقوف ہے۔ کبھی فنا اور سلوک وجذبہ کے وسیلے کے بغیر حاصل ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات میں سے کچھ بھی درمیان میں نہیں آتا اور یہ دولت حاصل ہوجاتی ہے لیکن دوسرے راستے کی نسبت ولایت کے راستے سے اس دولت تک پہنچنا آسان اور اقرب ہے اور وہ دوسرا راستہ اس فقیر کی نظر میں سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت کے اسم ورسم سے اجتناب کرنا ہے۔ جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بو روح کے دماغ تک نہیں پہنچتی۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔

پانچواں درجہ

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کی اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلہ میں پہلے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں کے لیے مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو طبیعت ووراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

چھٹا درجہ

متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کی اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا۔ اس چھٹے درجے میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضّل واحسان سے برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجہ مقامات عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔

www.mujaddidway.com

ساتواں درجہ

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے۔ تمکین قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان وسرکشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجہ گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنے درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور متبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ لیتا ہے اصل سے لیتا ہے۔ گویا دونوں ایک چشمے سے پانی پیتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے اس مقام میں جہاں تک غور سے دیکھا جائے تبعیت کی نسبت کچھ نظر نہیں آتی اور تابعیت ومتبوعیت کی امتیاز ہرگز مشہود نہیں ہوتی۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ اپنے آپ کو اپنے نبی ﷺ کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی اور وارث۔

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور وہ شخص جس

میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں درجوں کے اختلاف کے بموجب مجمل طور پر تابع ہے۔علمائے ظاہر پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں۔کاش یہ لوگ درجہ اول کو ہی سرانجام کرلیں۔

انہوں نے متابعت کو صورتِ شریعت پر موقوف کر رکھا ہے۔اس کے علاوہ کوئی اور امر خیال نہیں کرتے اور طریق صوفیہ کو درجات متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے بیکار تصور کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدوی کے سوا کسی امر کو اپنا پیر و مقتدا نہیں جانتے“۔

(مکتوب نمبر ۵۴، جلد دوم)

❁❁❁

طریق صوفیہ کا مدار

”اس طریق کا مدار دو اصلوں پر ہے۔

① ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی چاہئے کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

② دوسرا شیخ طریقت کی محبت و اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ اس کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔

(مکتوب نمبر ۳۲۸، جلد اوّل)

❁❁❁

www.mujaddidway.com